AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

The Prophet's (PBUH) Sstrategy in the Needs of Educating the New Generation in the Modern Era and in the Development of Consciousness (An Analytical Study)

عصرِ حاضر میں نسلِ نَو کی تربیت کے تقاضے اور شعوری نشوونما میں نبوی ﷺ حکمت عملی (ایک تجزیاتی مطالعہ)

Sana Saeed
M Phil Scholar (Islamic studies), **Email:** sana222saeed@gmail.com
Dr Muhammad Muavia Khan
Assistant professor**,** Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur Rahim Yar Khan Campus, **Email**: muavia.khan@iub.edu.pk

Abstract

This study analytically explores the Prophet Muhammad's (PBUH) strategy for educating the new generation and its relevance in addressing the challenges of the modern era. The research highlights how the Prophet (PBUH) nurtured intellectual, moral, and spiritual consciousness through practical teaching methods grounded in compassion, dialogue, and experiential learning. By examining the prophetic model of *tarbiyah* (holistic education), this study reveals that the Prophet's educational approach emphasized balance between faith and reason, character and knowledge, and individual and collective responsibility. The analysis also connects these principles to contemporary educational challenges such as moral decline, identity crises, and technological distractions. Ultimately, the study concludes that adopting the Prophet's (PBUH) strategic framework in modern education can promote a conscious, ethical, and purpose-driven generation capable of contributing positively to global civilization.

Keywords: Prophet Muhammad (PBUH), Education, New Generation, Modern Era, Consciousness, Tarbiyah, Islamic Pedagogy, Moral Development, Analytical Study

تعارف

اس عنوان کو موضوع تحقیق بنانا موجودہ دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔عصر حاضر میں جہاں سائنسی ترقی نے انسانی طرز زندگی کو یکسر بدل دیا وہیں اس نے انسانی زندگی کی مختلف جہات مثلاً اخلاق، تعلقات اور دین پر بھی گہرا اثر ڈالا ہے۔سائنسی زندگی نے جہاں انسانی زندگی کو مشقت سے نکال کر آسودگی فراہم کی وہی پر اخلاق اور رویہ بھی متاثر ہوا ہے۔گزشتہ چند سالوں میں سائنسی ترقی نے بچوں کے کردار ، شخصیت، اخلاق اور رویہ کو جو متاثر کیا وہی ان کی دین سے دوری اور بے رغبتی کے اثرات بھی ظاہر ہوئے ہیں۔تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ

دین سے بے رغبتی بچوں میں بعض معاشرتی، جذباتی، نفسیاتی وجوہات کا بھی پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے- موجودہ نسل اپنے آباءواجداد کے دینی و ثقافتی ورثہ سے دور ہو کر خود کو خود ساختہ ماحول میں ڈھال چکی ہے-ذہین سازی اس قدر پختگی اختیار کر چکی ہے کہ وہ غلط اور نقل کو درست سمجھتے ہیں-جب کے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات اس کے بر عکس تھی - آپ ﷺ کی تعلیمات ،عزت و احترام،اخلاق و کردار ،ر تربیت وتزکیہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے-

موضوع کی ضرورت کی اہمیت:

عصر حاضر کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے بچے دین سے دور ہو رہے ہیں-موجودہ نسل اپنی ثقافت اور ورثہ کو پس پشت ڈال کر بہت سی معاشرتی، مذہبی اور نسل کشی کی برائیوں میں مبتلا ہو چکی ہے-بچوں کی زندگی اخلاقیات، معاملات اور عبادات میں متاثر ہو رہی ہے--اس کی کئی ایک وجوہات ہے جس میں والدین کی مصروفیات، جدید ذرائع ابلاغ کا بے جا استعمال، سوشل میڈیا کے منفی اثرات اور تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم کا فقدان اسکی بڑی وجوہات میں سے ایک ہے- ان سب کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ نئی نسل نہ صرف اپنی دینی شناخت سے غافل ہو رہی بلکہ اخلاقی اور سماجی اقدار بھی متزلزل ہو رہی ہے جو کہ آنے والے حالات کے لیے سر اسر نقصان کا باعث ہے-ہمیں اپنی ذمہ داری کو پہچاننا ہو گا اور عصر حاضر کی نسل کو سیرت طیبہ میں ڈھالنا ہو گا- تا کہ ہم بر وقت معاشرے کی اصلاح کر سکیں-یہ بات واضح ہے کہ نئی نسل کو سیرت النبی ﷺ سے روشناس نہ کروایا گیا تو معاشرے میں بے راہ روی، انتشار، اور اخلاقی انتشار بڑھتا جائے گا-دنیاوی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی ایک ایسا خلا جو صرف دینی تعلیم اور سیرت طیبہ کی عملی پیروی سے پورا ہو سکتا ہے-اب اس کو عملی شکل دینے کے لیے والدین، اساتذہ اور معاشرے کے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہو گا-لہذا ہمیں اپنی ذمہ داری کو پہنچاننا ہو گا اور عصر حاضر کی نسل کو سیرت طیبہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنی ہو گی تا کہ بروقت معاشرے کی اصلاح ممکن ہو سکے اور ہم آنے والے وقت کو ایک پر امن اور بااخلاق معاشرے کی شکل میں تشکیل دے سکیں-

مسئلہ تحقیق

عصرِ حاضر میں بچوں کی دین سے بے رغبتی ایک سنگین اور تشویش ناک مسئلہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جدید سائنسی اور مادی ترقی نے جہاں سہولیات فراہم کی ہیں وہیں اس نے بچوں کی توجہ کو دین سے ہٹا کر دنیاوی لذتوں اور مشاغل کی طرف موڑ دیا ہے۔ والدین کی مصروفیات، سوشل میڈیا کا منفی کردار، تعلیمی اداروں میں دینی تربیت کا فقدان اور معاشرتی اقدار میں بگاڑ اس رجحان کو مزید بڑھا رہے ہیں۔ نتیجتاً نئی نسل اپنے دینی اور ثقافتی ورثے سے دور ہو کر اخلاقی و روحانی خلا کا شکار ہو رہی ہے۔ اگر اس مسئلے پر بر وقت توجہ نہ دی گئی تو آنے والی نسلیں نہ صرف اپنی دینی شناخت سے محروم رہیں گی بلکہ معاشرتی بے راہ روی اور اخلاقی زوال بھی شدت اختیار کرے گا۔ یہی وہ بنیادی مسئلہ ہے جسے اس تحقیق میں اجاگر کیا گیا ہے اور سیرت النبی ﷺ کی تربیتی حکمتوں کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسے کہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ہمیں یہ بات بارہا معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے بچوں کی تربیت و پرورش پر بے حد توجہ مرکوز کی ہے-سیرت النبی ﷺ میں بچوں کی تربیت کے جو اصول و حکمتیں بیان ہوئی ہیں اس میں سب سے زیادہ زور منہج (یعنی تدریجی طریقہ، عملی نمونہ، اور حقیقت پر مبنی اسلوب) پر دیا گیا ہے-

تربیت اولاد اور قرآن مجید

لیکن موجودہ معاشرے میں ترتیب کے اس پہلو کو یا تو نظر انداز کیا جاتا ہے یا پھر جدید طرزِ تعلیم اس کا متبادل پر اثر انداز میں پیش نہیں کر سکی۔ جس کا نتیجہ دین سے دوری اور بے رغبتی ہے۔ اس تبدیلی کے رونماں ہونے کے متعلق قرآن پاک میں بتایا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا"۔ ([1])

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ۔"

اس آیتِ مبارکہ میں ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی اور اپنی اولاد کی دینی تربیت کا اہتمام کریں تاکہ ہم دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر سکیں۔ جب نبی اکرم ﷺ نے یہ صحابہ کے سامنے تلاوت کی تو وہ یوں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! ہم اپنے اہل و عیال کو آتش جہنم سے کس طرح بچا سکتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے اہل و عیال کو ان چیزوں کا حکم دو جو اللہ کو محبوب ہیں اور ان کاموں سے روکو جو رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ (در منثور للسیوطی، 8/225) اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس تحقیق میں عصر حاضر میں بچوں کی دین سے بے رغبتی کے رجحان کا جائزہ لیا گیا ہے، اور سیرت النبی ﷺ کی تربیتی حکمتوں کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں جہاں سائنسی ترقی نے انسانی طرز زندگی کو یکسر بدل دیا۔اس پیشن گوئی کے ساتھ ساتھ اس کے حل کی تجاویز بھی مرتب کی گی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

"وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ "۔([2])

"اور جو شخص رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اُس کا ساتھی بن جاتا ہے"۔

مفہوم:

جو شخص اللہ کی یاد (دین، تعلیمات، قرآن) سے غافل ہوتا ہے، اس کی زندگی میں شیطانی اثرات بڑھ جاتے ہیں۔ یہ آیت دین سے دوری کے نتیجے میں پیدا ہونے والے منفی اثرات کو بیان کرتی ہے، جو تحقیق کے بنیادی مسئلے سے مربوط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ"۔([3])

"بے شک یہ قرآن اس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے"۔

مفہوم:

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ قرآن (یعنی دین اسلام) ہی وہ راستہ ہے جو سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر بچوں کو قرآن اور دینی تعلیم سے جوڑا جائے تو ان کی زندگی سنور سکتی ہے، اور وہ دین سے رغبت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ آیات مبارکہ جہاں دین سے دوری کی پیشن گوئی کے لیے فکر پیدا کرتی ہے وہی پر اس کے دین سے دوری گمراہی کا ذریعہ ہے اور انسان کی دنیا اور آخرت کی بہتری دین سے جڑنے میں ہے۔ ان آیات سے ہمیں ایک نمونہ ملتا ہے کہ والدین کو اپنے بچوں سے محبت بھری گفتگو کے ذریعے عقیدے، اخلاق اور کردار کی بنیاد رکھنی چاہیے۔

"رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ"۔ ([4])

"نیک اولاد کی دعا کرنا، اس کی تربیت میں پہلا قدم ہے"۔

اسلام میں اولاد کی تربیت پر بہت زور دیا گیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت لقمان نے جو نصیحتیں اپنے بیٹے کو کی تھیں وہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں نقل فرمائی ہیں۔ جو اچھے کردار میں زندگی گزارنے کے سنہرے اصول ہیں۔ ارشاد باری ہے:

"وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ۔وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ۔ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ۔وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ"۔([5])

مختصراً اس کا مطلب کچھ یوں ہے کہ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

1۔خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

2۔ماں باپ کے ساتھ ادب سے پیش آنا، ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کہ تیری ماں نے تجھے پیدائش سے قبل بڑی مشقت میں اٹھائے رکھا، پھر اس کے بعد دو برس تک تجھے دودھ پلایا۔تجھے لازم ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ آخر کار تجھے میرے پاس لوٹنا ہے۔

3۔اپنے والدین کی ہر بات میں اطاعت کر، الا یہ کہ وہ تجھے شرک پر مجبور کریں۔ دنیا میں والدین کے ساتھ احسان سلوک کر (یعنی ان کی کدمت کر، ان کی صحبت میں رہتے ہوئے)

4۔ظلم یا برائی خواہ کتنے ہی پردوں میں چھپے ہوں یا کتنے کم کیوں نہ ہوں، خدا ان کو دیکھتا اور جانتا ہے اور وہ روز قیامت ان کو نکال کر نامہ اعمال میں سامنے رکھ دے گا۔

5۔نماز قائم کرنا اور اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا۔

6۔کوئی مصیبت آجائے تو آہ زاری کرنے کی بجائے اس پر صبر کرنا۔

7۔زمین پر اکڑ کر نہ چلنا کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

8۔اپنی رفتار میں میانہ روی رکھو اور چیخ چلا کر نہ بولا کرو۔ اپنی آواز کو مدھم رکھو کیونکہ آوازوں میں سے سے بدترین آواز گدھے کی ہے۔

تربیت اولاد اور اسوۂ حسنہ ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی تربیت کس انداز سے کی، اس کے پس منظر کو غور سے دیکھنا ہو گا۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤول عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا"۔([6])

"تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے۔ امام ذمہ دار ہے اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔ آدمی ذمہ دار ہے اور اپنے گھر والوں کے بارے میں جوابدہ ہے عورت اپنے خاوند کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت کے متعلق جوابدہ ہے"

اہل و عیال کی اصلاح کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ ابتداء سے ہی نومولود کے قلب و دماغ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موثر اور فطری اصول بتائے ہیں کہ ان کی وجہ سے بغیر کسی مشقت کے بچہ

کی نشوونما کے ساتھ ساتھ اس کا ذہنی اور جسمانی ارتقاء خود بخود ہوتا چلا جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام جو بچے کی پیدائش پر والدین پر لازم کیا وہ یہ کہ اس داہنے کام میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔([7])

کم عقل لوگ تو یہی کہیں گے کہ اتنے چھوٹے بچے کے کام میں عربی جملے ڈالنے سے کیا ہو گا؟لیکن حقیقت شناس لوگ جانتے ہیں کہ یہ الفاظ در حقیقت ایمان کا بیج ہے جو کان کے راستے سے بچے کے دل میں ڈالا گیا ہے۔اس کے بعد دوسرا کام والدین کا یہ ہے کہ بچے کا اچھا نام رکھا جائے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ , فَحَسِّنُوا أَسْمَاءَكُمْ"۔([8])

"قیامت کے دن تمہیں اپنے اور اپنے والد کے ناموں سے پکارا جائے گا۔پس اپنے نام اچھے رکھو"۔

اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ بچے کا عقیقہ کیا جائے۔جب بچہ زبان کھولنے لگے تو سب سے پہلے اللہ کا نام سکھانا چاہئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما نحل والد ولدا من نحل أفضل من أدب حسن "۔([9])

"کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے اخلاق سے بہتر کوئی دولت نہیں بخشی"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گھر کو ایک تربیت گاہ بنادیا جس میں ہر چھوٹا بڑا نہ صرف آداب انسانیت جانتا تھا بلکہ عملا بھی اس کا عادی تھا۔اصلاح اخلاق کے اس پروگرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلسے، جلوسوں اور بڑی بڑی کانفرنسوں سے نہیں بلکہ فطری اصولوں پر قائم کیا۔اسلام کے نظام تعلیم وتربیت پر نظر ڈالنے سے پہلے ایک سرسری نظر اس پر ڈالئے جو آج کی دنیا میں محکمہ تعلیم اور اس کے دفاتر، ان میں کام کرنے والے لوگوں کی تعداد اور پرائمری سکول سے لے کر یونیورسٹی تک جو انتظامی جال پھیلا ہوا ہے، اس کی وسعت اور اس پر کروڑوں روپے کا خرچ اور اس خرچ کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے والوں کے تعلیمی مصارف کا بار گراں اور پھر ان سب کے باوجود اس کے نتائج و ثمرات کہ جو بھی علم و فن ان کو پڑھایا جاتا ہے اس کی استعداد فیصدی کتنے آدمیوں میں ہوتی ہے اور یہ تعلیم ان کے اخلاق و کردار کو کیسا بناتی ہے؟

اس کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نظام تعلیم کو دیکھئے وہ کس طرح فطری اور سہل و سادہ اصولوں پر مبنی ہے جس میں حکومت کا بھی کوئی بہت بڑا خرچ نہیں اور طالب علم پر تو ایک پیسہ کا بھی بار نہیں۔اس کی وجہ در حقیقت یہ ہے کہ ہر مسلمان کا گھر بچوں کے لئے پرائمری سکول ہے جس میں غیر شعوری طور پر بچے ہوش سنبھالنے ساتھ ساتھ ضروری تعلیم حاصل کرتے جاتے ہیں۔جب بچہ سات سال کا ہو جاتا ہے تو فطری طور پر اس کی پاکی وناپاکی کی تمیز ہونے لگتی ہے اور اس وقت ماں باپ کے لئے حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھنا سکھائیں، مسجد میں ساتھ لے جائیں۔عام مساجد، ثانوی مدارس کا کام انجام دیتی ہیں جہاں ہر طرح کے اہل علم و فضل جمع ہوتے ہیں ان کی صحبت سے بچے پر غیر شعوری طور پر علم وحکمت کے دروازے کھلتے ہیں جو بہت سی کتابیں پڑھنے سے بھی میسر نہیں آسکتے۔چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ أَبْنَاءَ سَبْعِ سِنِينَ ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ"۔([10])

"بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور جب دس سال کے ہوں تو ان کو مار کر نماز پڑھاؤ اور بستروں میں الگ کر دو"۔

اس کے علاوہ عام مسلمانوں کو بھی اصلاح کی تعلیم دی جانی چاہئے۔اسلام سے قبل لڑکی کی پیدائش باعث عار سمجھی جاتی تھی اور لڑکیاں زندہ در گور کر دی جاتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے اس کام کو آخرت میں جوابدہی کا سبب فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۔ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ"۔([11])

"جب زندہ در گور کی گئی لڑکیوں سے پوچھا جائے گا کہ ان کو کس گناہ کی وجہ سے قتل کیا گیا"۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة أنا وهو هكذا"۔([12])

"جس شخص کی دو لڑکیاں ہوں وہ ان کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت کے دن وہ میرے ساتھ یوں ہو گا(دو انگلیاں ملا کر تشبیہ دی)"۔

عورت کی تربیت بہت زیادہ ضروری ہے کیونکہ اگلی تمام نسل کا انحصار عورت کی تربیت پر ہوتا ہے۔ماں کی حیثیت ایک درسگاہ کی ہے اگر تم نے اس کو تیار کیا تو ایک پاکیزہ نسل کو تیار کیا۔کون میرے لئے عورتوں کی تربیت کی ضمانت دیتا ہے کیونکہ مشرق میں ان کی تربیت نہ کرنا اس پستی کا سبب ہے۔والدین ہی بچے کی اصل تربیت کے ذمہ دار ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

"كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ , فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ"۔([13])

"ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین یا تو اس کو یہودی بنادیتے ہیں یا عیسائی یا آتش پرست"۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد میں مساوات رکھنے کا حکم دیا تاکہ کوئی بچہ کم توجہی کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔مثال کے طور پر حضرت نعمان بن بشیر کے والد نے ان کو کچھ دیا تو اس کی والدہ نے کہا کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنالو۔چنانچہ جب ان کے والد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے اپنی باقی اولاد کو بھی ایسے ہی دیا ہے۔اس نے کہا نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،اولاد کے ساتھ انصاف کرو،کیا تم اس ظلم پر مجھے گواہ بنانا چاہتے ہو"۔([14])

حضرت انس سے مروی ہے:ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا،اس کا لڑکا آیا تو اس نے اس کا بوسہ لیا اور زانو پر بٹھالیا پھر اس کی بیٹی آئی تو اس نے اسے سامنے بٹھالیا،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم نے دونوں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کیا۔([15]) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے جب کسی سفر پر جاتے تو ان کو آخر میں مل کر جاتے اور آتے تو ان کو آکر ملتے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہر چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ما رأيت أحدا كان أشبه سمتا وهديا ودلا وكلاما برسول الله صلى الله عليه وسلم من فاطمة"۔([16])

"میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ آنحضرت کے مشابہ عادت وخصلت،نشست وبرخاست اور بات چیت میں کسی کو نہیں دیکھا"۔غرض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امامہ کو نماز میں اٹھالیتے جب رکوع میں جاتے تو اس کو اتار دیتے۔ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کو چوما تو اقرع بن حابس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:میرے دس بیٹے ہیں میں نے کسی کو نہیں چوما تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ لاَ يَرْحَمْ لا يُرْحَمْ"۔([17])

"جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جس کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا اور اس کے فضل و شکر بجالانا، تقاضائے بندگی میں ہے، لیکن ان کی تربیت کرنا ہماری ایک اہم ذمہ داری ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کی روشنی میں والدین کو بچوں کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

اولاد کی پرورش میں والدین کا کردار

بچے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسین تحفہ ماں ہے۔ لفظ 'ماں' کہنے کو تین حروف کا مجموعہ ہے لیکن عملاً ماں اپنے اندر پیار، محبت، ایثار، قربانی، دعا، وفا، پاکیزگی، اخلاص، ہمدردی جیسے اَن گنت اوصاف و خصوصیات سموئے ہوتی ہے۔ ماں کی عظمت اور بڑائی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا عکس ماں میں نظر آتا ہے۔

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ، أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللهُ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔([18])

"اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں، اُس نے اُن میں سے ایک (حصہ) رحمت کو جن وانس، حیوانات اور حشرات الارض کے درمیان رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور رحم کرتے ہیں، اُسی (رحمت کی وجہ) سے وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں (اپنے پاس) محفوظ رکھی ہیں، جن سے قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

ماں وہ ہستی ہے جس کی آغوش میں دنیا بھر کا سکون ملتا ہے، کیوں کہ اس کے جذبوں اور اولاد سے محبت میں غرض نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاؤں تلے جنت رکھی ہے۔

2۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ"۔([19])

"جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے (لہٰذا تم اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کر کے اُس کے مستحق بن جاؤ)"۔

ماں بہترین تحفہ خداوندی ہے اس لیے اولاد کو چاہیے کہ اس کی قدر کرتے ہوئے اس کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھے۔ اس کا حکم حدیث مبارک سے بھی ملتا ہے۔

3۔ حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ بطریق اپنے والد اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ أُمَّکَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمَّکَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّکَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبَاکَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ"۔([20])

"میں کس کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں سے۔ پوچھا: پھر کس سے؟ فرمایا: اپنی ماں سے۔ پوچھا: پھر کس سے؟ فرمایا: اپنی ماں سے۔ عرض کیا: پھر کس سے؟ فرمایا: اپنے باپ سے۔ پھر حسبِ مراتب قریبی رشتہ داروں سے"۔

ماں احسانات کا وہ بے مثال مجموعہ ہے جو اولاد کے سکون کی خاطر سارے زمانے کے حالات اور موسم کی سختیاں خود سہتی ہے۔ اس پیکرِ مہر و وفا کو ایک نظر پیار سے دیکھ لینے سے ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔

4۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلاَّ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً. قَالُوْا: وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، اللهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ"۔([21])

جو صالح بیٹا بھی اپنے والدین کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر نظر کے عوض اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھ دے گا۔ صحابہ کرام 1 نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) چاہے وہ دن میں سو بار دیکھے (تب بھی اُسے یہ اجر ملے گا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور وہ سب (عیوب) سے پاک ہے (کہ اُس کے خزانوں میں عنایات کی کوئی کمی نہیں ہے)۔

ماں کے بارے میں لکھنا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ ماں ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کا اندازہ بھی کرنا انسانی عقل سے بالاتر ہے۔ ہر شے کی محبت کو الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے مگر ماں کی محبت ناقابلِ بیان ہے۔

اچھی ماں تقاضے

ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے جس کا کام انسانیت کی بقاء کے لیے اسے اچھا انسان بنانا ہے۔ چونکہ بچے کا ذہن شفاف آئینہ کی مانند ہوتا ہے، اس لیے والدہ اگر بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کرتی ہے تو بچہ بڑا ہو کر اسلامی معاشرے کا مفید رکن بن سکتا ہے اور معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار بہتر طور پر ادا کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے ایک اچھی ماں بننے کے تقاضے درج ذیل ہیں:

1۔ محبت وشفقت کا اظہار

بچوں کے لئے ماں کے جذبہ محبت و شفقت کا اِظہار انہیں اِعتماد اور ذہنی آسودگی فراہم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ وہ اس جذبہ کا اظہار کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کرے اور انہیں یہ یقین دلائے کہ وہ ان سے غیر مشروط محبت کرتی ہے۔

2۔ بچوں کو توجہ سے سننا

بچوں کے معاملات میں دلچسپی لے اور ان کی بات کو توجہ سے سنے اور ان کی زندگی میں خود کو شریک رکھے۔ اگر بچے کسی الجھن یا پریشانی کا شکار ہیں تو ان کی پریشانی کو دور کرنے اور انہیں مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

3۔ نظم وضبط کا قیام

وہ بچوں کو تحفظ کا احساس فراہم کرتے ہوئے گھر میں نظم و نسق کو قائم کرے۔ ہر کام کے لیے وقت کا تعین کرے مثلاً بچوں کو سلانے کا وقت، کھلانے کا وقت، کھیل کود کا وقت تاکہ بچے بچپن ہی سے وقت کی قدر کرنا سیکھیں اور نظم و ضبط کے مطابق زندگی گزارنے کے عادی ہو سکیں۔

4۔ تعریف وتوصیف

بچوں کے اچھے عمل پر ان کی خوب تعریف اور حوصلہ افزائی کرے۔ بچوں کا موازنہ دوسرے بچوں خصوصاً بہن بھائیوں کے ساتھ نہ کرے، کیوں کہ ہر بچہ منفرد اور جدا اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ انہیں یہ احساس دلائے کہ منفرد و جدا ہونا اچھی بات ہے۔ موازنہ کرنے سے بچے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

5۔ بلاوجہ تنقید سے گریز

بچوں پر بلاوجہ تنقید اور نکتہ چینی کرنے سے احتراز برتا جائے۔ اگر بچے کسی ناپسندیدہ فعل کے مرتکب ہو بھی جائیں تو انہیں پیار سے سمجھائے کہ ایسا رویہ ناقابلِ قبول ہے۔ ملامتی جملے مثلاً 'تم بہت برے ہو'، 'میری نظروں سے دور ہو جاؤ' وغیرہ استعمال نہ کرے۔ انہیں دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ کرے بلکہ علیحدہ لے جا کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرے اور پیار سے سمجھائے۔

6۔ قابلِ تقلید نمونہ

والدہ بچوں کو جس سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہے اس کے لیے صرف زبانی نصیحت پر اکتفانہ کرے بلکہ ان کے سامنے خود کو بطور نمونہ پیش کرے، کیوں کہ انہیں ایک ایسے رول ماڈل کی ضرورت ہوتی ہے جسے وہ عملی طور پر دیکھ سکیں۔ بچے خود جو دیکھتے اور سنتے ہیں اس کا اثر جلدی قبول کر کے اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ رول ماڈل بچوں کے لیے ماں سے بہتر کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

ماں کی تربیت کا اثر اولاد پر:

دین و ملت کے لیے جن علماء نے اور مصلحین نے قربانیان دی ہیں اور دین کی اور مسلمانوں کی بڑی خدمت کی ہے ان کی اس تربیت میں ان کی ماؤں نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔

حضرت ربیعۃ الرائے اور انکی والدہ کی تعلیم و تربیت میں بے مثال قربانی: امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ علم حدیث میں کمال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ آدمی ناداری اور فقر فاقہ کا مزہ چھکے۔ مثال میں اپنے استاد ربیعۃ الرائے کا حال بیان کرتے تھے۔ کہ علم کی جستجو میں گھر کی چھت کی کڑیاں تک ان کو بیچنی پڑیں۔ اور مدینہ منورہ کے امام بن گئے۔ انکی پیدائش کا واقعہ بڑا حیرت انگیز ہے۔ انکے والد عبد الرحمن فروخؒ تھے۔ انہوں نے شادی کی اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آرمینیا اور آذربائی جان کی طرف نکلے۔ اور مسلسل ۲۸ سال تک گھر واپس نہ آسکے۔ اور نہ گھر سے کوئی رابطہ رکھا۔ جب آپ جانے لگے تو آپکی بیوی کو حمل تھا۔ ۲۸ سال کے بعد واپسی ہوئی۔ راستے میں سوچ رہے تھے کہ نہ معلوم میری بیوی زندہ ہو گی یا فوت ہو گئی ہو گی۔ بچی پیدا ہوئی ہو گی یا بچہ پیدا ہوا ہو گا۔ پھر وہ زندہ ہو گا یا مر گیا ہو گا۔ انہی خیالات کیساتھ مدینہ منورہ میں عشاء کے بعد داخل ہو گئے اپنے مکان میں گئے مکان کا نقشہ تبدیل ہو چکا تھا جہادی وردی میں تھے ہتھیار سے مسلح تھے۔ نیزے کی نوک سے دروازہ کھولا اندر گئے۔ حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ گھر تو میرا الگ رہا ہے۔ مگر اس میں دوسری منزل بھی بن چکی ہے۔ اندر سے ایک نوجوان نکلا۔ حضرت فروخ نے فرمایا اللہ کے دشمن! میرے گھر پر آپنے قبضہ کیا ہے اور مجھے مردہ سمجھا ہے اس نوجوان نے جواب میں فرمایا کہ اللہ کے بندے ہمارے گھر میں بغیر اجازت کے کیوں گھس کر آرہا ہے۔ میں قاضی وقت کو بتلاؤ نگا۔ کمرے سے ایک بوڑھی خاتون نکل آئی۔ پہلے تو اس پر سکتہ تاری ہو گیا۔ پھر فرمایا بیٹے یہ تو آپکے ابو ہیں. پھر تو بیٹے اور باپ کے درمیان معانقہ شروع ہوا۔ دونوں گلے مل گئے اور روئے لوگ بھی اکٹھے ہو گئے کمرے میں گئے فروخ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میں نے جاتے ہوئے آپکو تیس ہزار روپیہ دیا تھا۔ جواب میں اہلیہ نے فرمایا وہ محفوظ ہے آپ آرام فرمائیں۔ صبح انکا بچہ پہلے مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گیا۔ حضرت فروخ بعد میں گئے نماز ہو گئی. حضرت فروخ رسول پاک ﷺ کے سلام کے لئے روضۂ اقدس پر گئے۔ واپس آگئے۔ تو مسجد نبوی ﷺ میں حدیث پاک کا درس ہو رہا تھا وہ بھی پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت فروخ نے اپنے ساتھ ایک بیٹھنے والے سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ جو درس دے رہے ہیں۔ چونکہ درس دینے والے کے پیچھے آپ بیٹھے تھے۔ تو اس بندے نے کہا کہ آپ اس کو نہیں جانتے۔ یہ تو مدینہ منورہ کا سب سے بڑا بزرگ اور محدث ہے۔ یہ اس بزرگ کا بیٹا ہے جو ۲۸ سال کے بعد سنا ہے کہ رات کو واپس پہنچ چکے ہیں۔ فرمایا رات کو تو میں آیا تھا۔ حضرت فروخ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ گھر جا کر اہلیہ کو مبارک باد دی کہ یقیناً آپ نے بیٹے

کے اوپر محنت کی ہے۔ اس نے جواب میں فرمایا کہ وہ تیس ہزار روپیہ اسکی تعلیم وتربیت پر خرچ کر چکی ہوں۔ فرمایا اللہ پاک جزاء خیر دے۔ پیسہ اپنی جگہ پر لگایا ہے۔ یہ تھے ربیعۃ الرائے جو مدینہ کے سب سے بڑے عالم تھے"۔([22])

فائدہ:۔ یہ تھیں نیک خواتین کہ سارا پیسہ اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر خرچ کر دیا اور بیٹے کو اللہ پاک نے اتنا بڑا عالم بنا دیا۔ کہ امام مالک کے استاد بن گئے۔ اور حدیث کے امام بن گئے۔ کیا ہماری خواتین میں دین وعلم کا ایسا جذبہ موجود ہے۔

اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم نعمت

والد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد کے لیے ایک عظیم نعمت ہے۔ لفظ 'والد' کہنے کو تو چار حروف کا مرکب ہے لیکن اولاد کے لیے اپنے اندر ولایت، ایثار ووفا، الفت وشفقت، لطف وکرم، دانائی اور دستگیری سموئے ہوئے ہے۔ اگر اس کی عظمت ورفعت کا پاس کرتے ہوئے اولاد اس کی اطاعت، فرمانبرداری، خدمت اور تعظیم بجالائے جو اُس کی رضاوخوشنودی کا باعث ہو تو یہ اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی کے حصول کا باعث ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ"۔([23])

"اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے"۔

اِس گلشنِ انسانیت کی ابتداء باپ (حضرت آدم علیہ السلام) سے ہوئی اور انہی سے عورت (حضرت حوا علیہا السلام) کا وجود تیار کیا گیا ہے۔ والد کی عظمت کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ اولاد کے لیے یہ جنت کا وسطی دروازہ ہے۔ اولاد اس کی قدر ومنزلت کا ادراک کرتے ہوئے اسے حاصل کر سکتی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ"۔([24])

"باپ جنت کا وسطی دروازہ ہے، اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ چاہے (والد کی نافرمانی کر کے) اس (دروازے) کو ضائع کر دو یا (والد کے ساتھ بھلائی کر کے) اسے (اپنے لیے) محفوظ کر لو"۔

والد ایک ثمر بار شجرِ سایہ دار کی مانند ہوتا ہے جو زمانے کی گرم ہواؤں کو خود سہتا ہے اور اولاد کو صرف پھل اور سایہ مہیا کرتا ہے۔ جس طرح سورج حدت کا منبع ہوتا ہے مگر اس کے نہ ہونے سے ساری دنیا اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح والد کا پیار بھی اس کی ڈانٹ ڈپٹ اور سختی میں چھپا ہوتا ہے۔ ایثار وقربانی کا یہ پیکرِ مجسم اولاد کی بہترین تربیت اور روشن مستقبل کے لیے ہمیشہ سراپا دعا رہتا ہے، جس کی دعا کو اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ، لَا شَکَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ"۔([25])

تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں:[1] مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی اپنی اولاد کے لیے دعا۔

1

والدین کے باہمی لڑائی جھگڑوں سے بچوں پر اثرات

والدین کے آپس کے لڑائی جھگڑے، اِختلافات اور مسلسل کشمکش بچوں کی زندگی میں سکون و اطمینان مہیا کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتے ہیں۔ اس سے بچوں پر شدید نوعیت کے درج ذیل منفی اور نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں:

1۔ نفسیاتی مسائل

گھر میں موجود لڑائی جھگڑے اور تناؤ بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشو و نما پر منفی اثرات مرتب کر کے انہیں نفسیاتی امراض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی قوتِ اظہار میں کمی واقع ہوتی ہے اور انہیں ذہانت کے موافق ماحول اور مواقع نہ ملنے پر ان کی صلاحیتوں کی ترقی کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔

2۔ والدین سے دوری

بچوں کو پر سکون رہنے کے لئے بنیادی طور پر والدین کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب وہ خود انہیں غیر آسودہ اور تناؤ کا شکار دیکھتے ہیں تو وہ ذاتی اعتماد سے محروم ہو کر اطمینان و سکون کی نئی راہیں تلاش کرنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً بچے والدینسے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔

3۔ حسنِ اَخلاق سے عاری

مسلسل کشیدہ گھریلو ماحول میں بچے حسنِ اَخلاق سے عاری ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے ایک باوقار شخصیت کا مالک بننا ممکن نہیں رہتا۔

4۔ اِحساس کمتری

والدین کے مابین مسلسل تصادم کی فضا میں پلنے والے بچے مایوسی اور اِحساسِ کمتری کا شکار رہتے ہیں۔

تربیت اولاد کی تیاری

تربیت اولاد کی تیاری دوران حمل سے ہی شروع کر دینی چاہئے اور ذہنی طور پر اس نئی ذمہ داری کے لئے خود کو تیار کر لینا چاہیے۔ اس دوران مائیں لڑائی جھگڑے، غلط سوچ وخیالات سے دور ہیں۔ عبادت وریاضت اور اچھے کاموں میں اپنے آپ کو مصروف رکھیں۔ کوشش کریں کہ نوزائیدہ کے مسائل، ان کی دیکھ ریکھ اور ابتدائی دور میں تربیت کے حوالے سے معلومات حاصل کرتی رہیں۔

تربیت کے ذرائع

بچے تین ذرائع سے سیکھتے ہیں: ا۔ تقلید ۲۔ رہنمائی ۳۔ تجربہ

تقلید: ان تینوں ذرائع میں بچوں کے معاملے میں پہلا ذریعہ سب سے اہم اور موئثر ہے۔ جس دن ایک نیا فرد خوشیوں کی سوغات کے ساتھ ساتھ بڑی ذمہ داری لے کر آپ کے گھر آیا سمجھ لیجئے کہ ایک سی سی ٹی وی کیمرہ آپ کے گھر لگ گیا جو چوبیں گھنٹے گردوپیش میں ہونے والی ایک ایک ایکٹیوٹی کو ریکارڈ کر رہا ہے۔ یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ بچہ ہے اسے کیا پتا کہ کیا ہو رہا ہے، نہیں دنیا میں آتے ہی اس حواس خمسہ کام کرنے لگتے ہیں وہ ایک ایک چیز کو محسوس کرتا ہے۔ ماں کے لمس اور دوسروں کے لمس کو پہچانتا ہے۔ وہ محبت، غصہ، نرمی اور سختی کے فرق کو سمجھتا ہے یعنی وہ شروع کے ایام سے ہی ارد گرد کے ماحول کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو تربیت میں بڑے ہونے یا شعور کو پہنچنے کا انتظار کیوں؟ تب تک تو بہت دیر ہو چکی ہو گی۔ ابھی بچہ اس نئے کمپیوٹر کی طرح ہے جسے آپ بازار سے لائے ہیں اور پلگ لگا کر آن کیا ہے۔ کوئی ڈیٹا نہیں ہے۔ اب آپ کے اوپر ہے کہ اس کے اندر کیسا ڈیٹا فیڈ کرنا چاہتے ہیں۔ ابتدا کے سات سالوں تک یہ بچہ صرف اسٹور کرنے والی مشین ہے وہ تمام چیزیں اپنے دماغ میں محفوظ کر رہا ہے۔ جذبات واحساسات، ایکسپریشن اور ہر قسم کے ہونے والے کام اس کے دماغ میں محفوظ ہو رہے ہیں۔ یہ

تربیت کے سب سے اہم ترین سال ہیں۔ اس میں محنت کر لی تو آگے آسانی ہو گی، یہاں کوتاہی ہو گئی تو اب راہ راست پر لانا ایک مشکل عمل ہو گا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ عموماً یہ وقت ہم بچوں کو چھوٹا، ناسمجھ سمجھتے ہوئے ضائع کر دیتے ہیں۔ اب سات سال کے بعد جو کچھ بچے نے دماغ میں فیڈ کیا ہے اس کے مطابق کام کرنے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ بالکل آٹومیٹک ہوتا ہے۔ کس سیچویشن میں کیا کرنا ہے وہ اپنی یادداشت کے مطابق کرے گا۔ اب تک بچے نے جیسا دیکھا، سنا ہو گا ویسے ہی کام کرے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عرصے میں محفوظ ہوئی چیزیں ہی آئندہ زندگی میں اس کی شخصیت کیسی ہو گی اس کو طے کریں گی۔

ابھی جو سات سالوں تک تربیت کے مرحلے کا ذکر ہوا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس چھوٹی عمر میں تربیت کیسے کی جائے تو اس کا بس ایک ہی جواب ہے اپنے عمل کے ذریعے۔ آپ جیسا اپنے بچے کو بنانا چاہتے ہیں ویسا آپ کو خود بننا پڑے گا۔ آپ کا عمل اس کے لئے نمونہ ہو گا۔ آپ کے عمل اور کردار سے چیزیں بچوں کے ذہن میں نقش ہوتی چلی جائیں گی جو پوری زندگی اس کی رہنمائی کریں گی۔

رہنمائی: سات سال کے بعد بھی آپ کے پاس تھوڑا وقت ہے جو کمی بیشی ہو گئی ہے تربیت میں اسے صحیح کرنے کا۔ چودہ پندرہ سال کے بعد اب آپ کچھ نہیں کر سکتے جب تک کی بچہ خود کسی چیز کو غلط سمجھ کر خود چھوڑ دے یا کسی چیز کو صحیح سمجھ کر خود اپنا لے۔ اب آپ صرف اسے اپنے اعتماد میں لیں اور اسے بے لوث محبت دے کر خود سے قریب رکھیں۔ سوائے اس رویے کے کوئی زور زبردستی انہیں سدھار نہیں سکتی۔ عمر کی اس دور میں اسے رہنمائی کی ضرورت ہے۔ زندگی کے مختلف امور کی ادائیگی میں ابھی اس کا فہم اتنا پختہ نہیں ہوا ہے کہ وہ خود درست نتائج اخذ کر سکے۔ اس موقع پر درست اور مناسب رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ کوئی بھی غلط عادت یا رویہ پختہ ہو کر اس کے اخلاق و کردار کا حصہ نہ بن جائے۔ رہنمائی میں بھی آپ کو مثال بننا پڑا گا تب کام آپ کے لئے آسان ہو گا۔ مثال کے طور پر بچہ کام والی آنٹی سے بدتمیزی سے بات کرتا ہو تو اس عادت کو درست کرنے لئے آپ کو کام والی کے ساتھ عزت سے پیش آنا پڑے گا۔ محض یہ بتا دینے سے کہ یہ غلط بات ہے بچہ اس کا عادی نہیں ہو پائے گا۔

تجربہ: تقلید کے ساتھ ساتھ بچہ تجربے سے بھی سیکھتا ہے۔ مثال کے طور پر بچے کو منع کرتے رہو کہ چائے گرم ہے جل جائیں گے لیکن وہ اسی کی طرف لپکتے رہیں گے لیکن ایک بار جب جل جائیں گے تو اب دوبارہ بہت سنبھل کر چائے پیئیں گے۔ لیکن بچے تجربات سے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ وہ صحیح ہی ہو یہاں بھی انہیں رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تجربے کرنے دیں لیکن بغور مشاہدہ کرتے رہیں تا کہ غلط نتیجہ بچے کی شخصیت پر اثر انداز نہ ہو۔

تربیت کے چند بنیادی اصول

(1) تربیت ایک مسلسل عمل ہے جس طرح ہر آن ہر لمحہ بچے کا جسم نشوونما پا رہا ہے بالکل ویسے ہی اس کی عادات بھی تشکیل پا رہی ہیں۔ بچہ جو ایک باشعور ہستی ہے جس کا مشاہدہ بہت تیز ہے اس کی تربیت کے لئے بڑے ہونے کا انتظار نہ کریں۔

(2) تربیت میں انعام اور سزا دونوں کی اہمیت ہے۔ بچہ اگر چھوٹا ہی ہے اور کچھ بھی کر کے خوش ہو رہا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کریں، خوشی کا اظہار کریں، کوئی غلط کام سرزد ہو گیا، کچھ گرا دیا، توڑ دیا تو آنکھ دکھا دیں، ناراضگی ظاہر کریں بچہ سمجھ جائے گا کہ یہ کام غلط ہے۔ دونوں میں اعتدال بہت ضروری ہے۔

(3) ہر بچہ منفرد ہے اس کی صلاحیتیں اور شخصیت دوسروں سے جدا ہیں۔ ہر وقت بچوں کا باہم موازنہ کرتے رہنا ان کی شخصیت میں منفی رویہ پیدا کر سکتا ہے۔ بچے کی صلاحیت کو ابھارنے اور پروان چڑھانے کی کوشش کریں۔ ایک پلان بنائیں کہ بچہ کو کیسا بننا ہے کیا کرنا ہے اور اس پلان کے مطابق رہنمائی بھی کریں لیکن اس میں اتنی لچک ضرور ہو کہ بچے کی صلاحیت اور شخصیت متاثر نہ ہو۔

(4) اپنے بچوں کو نظم وضبط سکھانے کے لئے گھر میں کچھ قوانین بنائیں جو آپ سمیت گھر کا ہر فرد مانے تاکہ بچے وقت کی اہمیت کو سمجھیں اور ایک نظم وضبط کے ساتھ زندگی گزارنے کے عادی ہوں۔ بچوں کو جو بھی آداب سکھانے ہوں ان پر عمل در آمد کے معاملے میں یکسانیت اور مستقل مزاجی ہو۔ جو غلط ہے وہ ہمیشہ غلط ہے۔

(5) بچپن سے ہی اس میں اچھی عادات کی تشکیل کریں۔ بچہ جو کام بار بار کرتا ہے وہ اس کی عادت کا حصہ بن جاتا ہے اور تادم حیات اسے کرتا ہے۔ مثلا کھانے کے آداب، مختلف کاموں کو کرتے وقت کی دعائیں پڑھنے کی عادت، سویرے سونے اور جلد بیدار ہونے کی عادت، نماز اور تلاوت کی عادت وغیرہ وغیرہ لیکن جو بھی عادت ان میں ڈالیں اس کام کی اہمیت اور اس فائدہ کیا ہے اسے بھی بتاتی رہیں۔ صرف چند بار نہیں بلکہ بار بار جیسا کہ قرآن کہتا ہے: اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو اور اس پر جمے رہو۔ ہم دو چار بار کہنے کے بعد غصہ کرنے لگتے ہیں۔ ڈانٹنے پھٹکارنے لگتے ہیں اس سے گریز کریں۔

(6) گھر کا ماحول خوشگوار ہو اور گھر کے ہر فرد کا دوسرے کے ساتھ مضبوط تعلق ہو۔ اس کا بچے کی شخصیت پر مثبت اثر رونما ہو گا اور رشتوں کو نبھانا بچہ عملی طور پر دیکھ کے سیکھے گا۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے پیار ہو۔ تمام اخلاقی خرابیوں سے والدین کے ساتھ ساتھ افراد خانہ خود کو بچا کر رکھیں، بچہ خود بخود سیکھتا چلا جائے گا۔

(7) شروع سے ہی طہارت، لباس، شرم وحیا کے بارے میں بتاتی رہیں تاکہ بچوں کے ذہن میں رچ بس جائیں۔ اپنے پرائے کے فرق کو بتائیں، اچھے ٹچ اور برے ٹچ کے بارے میں بتاتی رہیں۔

(8) بچوں سے خوب بات کریں، اسکول کے بارے میں، ٹیچر اور دوستوں کے بارے میں، وین کے ڈرائیور کے بارے میں، کسی ملنے جلنے والے کے ساتھ بچوں نے اکیلے وقت گزارا ہو اس کے بارے میں، کسی رشتے دار کے گھر گیا ہو تو اس کے بارے میں۔ اس سے کسی بھی انہونی کے بارے میں بچہ بتائے گا اور آپ خود اس کے انداز اور باتوں سے محسوس کر لیں گی کہ بچے کے ساتھ خدانخواستہ کچھ غلط تو نہیں ہو رہا ہے۔ بچوں کو سنئے۔ ان کی تمام چھوٹی اور عام سے باتوں میں دل چسپی لیجئے۔ اچانک در آنے والی کسی بھی تبدیلی یا انداز گفتگو پر چونکنا ہو جائیں۔ حالات بہت خراب ہیں بچوں کی حفاظت کیجئے۔ کہانی سنانے کی عادت ڈالیں اس کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔

(9) عمر کے حساب سے بچوں کو اپنی حفاظت کے طریقے بتائیں۔ کوئی انجان پکڑ رہا ہو، کسی جگہ کھو گئے ہوں، کوئی زبردستی کچھ کھانے کو دے رہا ہے وغیرہ حالات میں انہیں کیا کرنا ہے اس سے ضرور آگاہ کریں۔ ہر ممکنہ حالات کے لئے ذہنی طور پر تیار رکھیں۔ حفاظت کے طریقوں پر ویڈیوز بھی ہیں وہ دکھا سکتی ہیں۔ موبائل نمبر اور گھر کا ایڈریس، والد کی نوکری کی جگہ، کس ادارے میں ہیں وغیرہ چیزوں کے بارے میں بتائیں۔

(10) بچوں کو بہادر بنائیں۔ Never give up کی تعلیم دیں۔ صرف اللہ سے ڈرنا اور اسی سے مانگنا سکھائیں۔

(11) تربیت کی تمام کوششوں کے ساتھ ساتھ اللہ سے دعائیں کرتی رہیں۔ اللہ پاک ہمیں اپنی ذمہ داریاں بہترین طریقے سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے بچوں کو تمام آفات، بلاؤں اور برے لوگوں سے محفوظ رکھے۔

سفارشات

والدین کی ذمہ داری :والدین کو چاہیے کہ بچوں کی شخصیت سازی اور دینی تربیت کو اپنی اولین ترجیح بنائیں اور ان کی عملی زندگی میں سیرت النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پہلوؤں کو نمایاں کریں۔

تعلیمی اداروں کا کردار :نصابِ تعلیم میں اخلاقی اور دینی پہلوؤں کو لازم قرار دیا جائے تاکہ جدید سائنسی علوم اور دینی شعور کے مابین توازن قائم ہو سکے۔

میڈیا کا مثبت استعمال : حکومت اور ادارے سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر ایسے مواد کو فروغ دیں جو نئی نسل کی فکری اور اخلاقی تعمیر میں معاون ثابت ہو۔

اساتذہ کا کردار :اساتذہ کو چاہیے کہ وہ محض تدریس تک محدود نہ رہیں بلکہ بچوں کے لیے عملی نمونہ بنیں اور ان کی فکری رہنمائی کریں۔

معاشرتی وریاستی سطح پر حکمت عملی :ریاست اور معاشرہ ایسے پلیٹ فارمز مہیا کرے جہاں دینی واخلاقی تربیت کے لیے جدید اور مؤثر ذرائع بروئے کار لائے جا سکیں۔

خلاصۃ الکلام

بچوں کو شروع دن سے رشتوں کی اہمیت اور احترام سکھائیں ٗہر رشتے کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ بہن کی حفاظت کرنا ٗ اس کے حقوق کے لئے لڑنا ٗاس کی خاطر قربانی دینا سکھائیں۔ ان کو بتائیں کہ عورت جس روپ میں بھی ہو اس کی عزت واحترام میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ عورت آپ کی موجودگی میں خود کو غیر محفوظ نہ سمجھے۔ اسی طرح بہن کو بھائی پر جان نثار کرنا ٗ باپ اور بھائی کی عزت کی پاسداری کرنا ٗاس کی اپنی حدود کا بتائیں۔ لڑکے اور لڑکی کی دوستی کوئی معیوب بات نہیں۔ اگر آپ ایسا کرنے سے ان کو منع کریں گے تو وہ تجسس میں وہی کام کریں گے لہذا ان کو سمجھائیں کہ ہر رشتہ کی اپنی ایک حد ہوتی ہے یا دائرہ ہوتا ہے اس دائرے کو عبور نہیں کرنا چاہیے۔ ہر رشتے کی اپنی جگہ اور احترام ہوتا ہے جو پامال نہیں ہونا چاہیے۔ والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ تعلقات کو مضبوط بنانا چاہیے تاکہ وہ ہر طرح کی بات شیئر کر سکیں اور خودکشی جیسے انتہائی اقدام تک کی نوبت نہ آئے۔ ہمارے بچے ہمارا مستقبل ہیں۔ وہ وہی بنیں گے جیسا ہم ان کو ماحول دیں گے جیسی ان کی تربیت کریں گے۔ کوئی ماں باپ نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد کسی غلط کام میں ملوث ہو لیکن ہم جانے انجانے میں کچھ غلطیاں کر جاتے ہیں جن کے نتائج بہت بھیانک ہوتے ہیں۔ بچوں کو اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ اگر وہ کہیں جاتے ہیں تو وہ اکیلے نہیں ہوتے بلکہ تعلیم ہماری تربیت ٗتہذیب ٗ عزت ووقار کو ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ ان کی تربیت ایسی کریں کہ اللہ کو جواب دیں سکیں اور کوئی آپ پر آپ کی تربیت پر انگلی نہ اٹھا سکے۔

حوالہ جات

---

[1]۔ التحریم:66،6

[2]۔ الزخرف:43،36

[3]۔ الاسراء:16،9

[4]۔ الفرقان:25،74

[5]۔ لقمان:13،31-19

[6]۔ البخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الجمعہ، باب الجمعہ)، ج1، ص122

[7]ـ عبداللہ ناصح علوان، تربیۃ الاولاد فی الاسلام، ج1، ص76

[8]ـ الخطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح، (کتاب الاداب، باب الاسامی)، ص408

[9]ـ الترمذی، السنن، (باب ماجاء فی ادب الولد کتاب البر والصلاۃ)، ج2، ص17

[10]ـ ابوداؤد، السنن (مع عون المعبود)، (کتاب الصلاۃ، باب متی یومر الغلام بالصلاۃ)، ج1، ص185

[11]ـ التکویر: 81،8

[12]ـ الخطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح، ص427

[13]ـ البخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المسلمین)، ج1، ص185

[14]ـ النسائی، السنن، (کتاب النحل، ذکر اختلاف الفاظ المناقلین۔ بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ)، ج2، ص125-126

[15]ـ محمود مہدی استانبولی، تحفۃ العروس، دارالعلوم ممبئ; سن اشاعت: 2015، ص495

[16]ـ الخطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح، ص402

[17]ـ الخطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح، ص401 (کتاب الادب)

[18]ـ مسلم، الصحیح، کتاب التوبۃ، باب في سعۃ رحمۃ اللہ تعالی وأنھا سبقت غضبہ، (2108)، رقم الحدیث: 2752

[19]ـ قضاعي، مسند الشھاب، 1: 102، رقم الحدیث: 119

[20]ـ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب في بر الوالدین، 4: 336، رقم الحدیث: 5139

[21]ـ بیھقي، شعب الإیمان، 6: 186، رقم الحدیث: 7856

[22]ـ علامہ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ج1، ص97

[23]ـ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، 4: 274، رقم الحدیث: 1899

[24]ـ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، 4: 275، رقم الحدیث: 1900

[25]ـ ابن ماجہ، السنن، کتاب الدعاء، باب دعوۃ الوالد ودعوۃ المظلوم، 2: 1270، رقم الحدیث: 3862